"جزویات وکلیات" موضوعِ طب پر ایک تصنیف

از: ڈاکٹر صفیہ جاوید انیس، ریسرچ ایسوسیٹ، شعبۂ فارسی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

ہمارے ملک میں علاج و معالجات کے جو مختلف طریقے مروج ہیں ان میں طب یونانی کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے اور اس کی افادیت کو بہ نظام علاج متفقہ طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ یہ ایک نہایت قدیم طریق علاج سے ماخوذ ہے اس کی ابتدار کے بارے میں بقراط اور جالینوس کا نظریہ ہے کہ یہ ایک خدائی علم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انسان کی آفرینش کے وقت ہی اس کے ذہن و روح میں القا کر دیا تھا۔ قدیم زمانے میں یہ تصور عام تھا کہ انسان کے گناہوں کی پاداش اور سزا کے طور پر کچھ بیماریاں خدا کی طرف سے نازل کی جاتی تھیں جن کا علاج گناہوں سے توبہ صبر اور دعا ہے اور کچھ بیماریاں، ارواح بد، بھوت اور پریت کے ذریعے لائی ہوئی تصور کی جاتی تھیں جن کا علاج اس زمانے کے مذہبی پیشوا اور رہنما جھاڑ پھونک اور جادو ٹونے کے ذریعے کیا کرتے تھے[۲] اسقلیبوس کو طب یونانی کا جدّ اعلیٰ تسلیم کیا جاتا ہے[۳] لیکن باقاعدہ طب کی بنیاد بقراط (۴۶۰ ق.م تا ۳۷۰ ق.م) نے رکھی اس کے بعد یونان کی سرزمین سے جید علماء نامور منصہ شہود پر آئے۔ جیسے جالینوس، سقراط، افلاطون اور ارسطو وغیرہ جنھوں نے علم طب وحکمت کو اپنی تحقیقات و تجربات کی بنا پر بام عروج تک پہنچا دیا۔ یونانی اور مصری تہذیب کے زوال کے بعد عربوں اور ایرانیوں نے یونانیوں کے علمی ذخائر کو اپنے یہاں جمع کیا۔ شاہ پور اوّل (۲۴۱ء تا ۲۷۱ء) نے جندی شاپور میں ایک اسپتال اور لائبریری قائم کی جس میں

۱۔ "A MEDICAL HISTORY OF PERSIA", BY G. VAN HEUSDEN. P. 1.

۲۔ THE SAME.

۳۔ کشف الظنون از حاجی خلیفہ، جلد ۴۔ ص ۱۲۶

طب کی تعلیم کے علاوہ بہت سی یونانی کتابوں کا پہلوی زبان میں ترجمہ کیا گیا اور بہت سی کتابیں تالیف کی گئیں [۱] اس طرح ایران قبل از اسلام علوم و فنون کا مرکز بن گیا تھا۔ خوارزم آذربائیجان، نیشاپور، اصفہان اور ہمدان میں بڑے بڑے علمی ادارے اور کتاب خانے موجود تھے ان کے علاوہ لوگوں کے اپنے ذاتی کتاب خانوں میں نہایت اہم اور نفیس کتابیں موجود تھیں اسی لئے فتح ایران کے وقت عربوں کو علم کا بیش بہا خزانہ ہاتھ آیا۔ خلیفہ مامون نے ۸۳۰ء میں بغداد میں بیت الحکمت قائم کیا اور پہلوی اور یونانی کتابوں کو عربی میں منتقل کرنے کے لئے اس زمانے کے جید عالموں جیسے جورجیس ابن بختیشوع، ابن ماسویہ، حنین ابن اسحاق اور دیگر شہرۂ آفاق ہستیوں کو مامور کیا [۲] اس طرح ایران میں جو علمی و ادبی کتب موجود تھیں ان میں سے اکثر اسلامی عہد میں عربی زبان میں منتقل ہو کر محفوظ ہو گئیں۔ عربی ترجموں کی بدولت ہی ہمیں یونانی علوم و معارف سے واقفیت حاصل ہوئی ہے اس لئے کہ اصل یونانی کتابیں ناپید ہیں۔ عربوں نے محض تراجم پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی تحقیقی کاوشوں اور علمی مشاہدوں کو قلم بند کر کے علم طب میں گراں قدر اضافے کئے۔ ابوبکر محمد بن زکریا رازی (۸۶۵ء تا ۹۲۵ء) نے طب کے موضوع پر 'الحاوی' اور 'کتاب المنصور' جیسی اہم کتابیں لکھیں۔ اس کے علاوہ وہ الکحل کا بھی موجد ہے ابو علی حسین ابن عبداللہ ابن حسن بن علی بن سینا (۹۸۰ء تا ۱۰۳۷ء) کی مشہور و معروف کتاب کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ علی ابن عباس (۹۹۴ء) 'کتاب الملکی' جیسی شاہکار تصنیف کا مؤلف ہے۔ ان کے علاوہ ابوالقاسم عمار بن الموصلی، علی بن عیسٰی، ابن زہر، ابن رشد، ابن البیطار ابوالقاسم الزہراوی اور ابن النفیس ایسی یگانۂ آفاق ہستیاں ہیں جنہوں نے علم طب پر اپنی شاہکار تصانیف یادگار چھوڑی ہیں [۳] فارسی زبان میں ابو منصور موفق ہروی کی کتاب 'کتاب الابنیہ' ۹۷۵ء میں لکھی گئی ہے اس میں ۵۸۵ دوائیوں کے نام ہیں زین الدین ابو ابراہیم اسماعیل بن حسن جرجانی کی تصنیف "ذخیرۂ خوارزمشاہی" بھی اہمیت کی حامل ہے۔ [۴]

---

۱ "تجدید طب" میں جندی شاپور کے عنوان سے حکیم محمد شجاع الدین حسین ہمدانی کا ایک تحقیقی مقالہ ہے ص ۱۱۔

۲ 'طب اسلامی' ہمدرد سلیم پریس راولپنڈی ص ۶۲

۳ Pharmacy and medicine Through The ages, P. 79

۴ " " " " P. 115

الغرض طب یونانی یونان وروم اور عرب وایران میں اپنی عظیم الشان روایات قائم کرنے کے بعد ہندوستان میں بھی پہونچی۔ پہلا طبیب جو وسط ایشیاء سے ہندوستان آیا اس کا نام ضیاء الدین عبدالرافع ہروی تھا۔ غزنوی خاندان کے آخری بادشاہ خسرو ملک کے دربار میں طبیب کی حیثیت سے موجود تھا۔ سدیدالدین عوفی اس کے فضل وکمال کے متعلق لکھتا ہے۔

"عبدالرافع جہان فضل ومکان ہنر وآسمان مجد وبزرگی بود، در فضل مدار دوران ودر لطف نادرۂ زمان ودر علم طب مہارتی کامل داشت ودر فنون لغت بصارتی شامل طبع او چون دست موسیٰ بود ودر علم طب ویرا نفس عیسیٰ"۔ ؎۱

عہد خلجی بھی طب کی ترقی کے اعتبار سے اہمیت کا حامل ہے۔ عصر علائی کے اطباء کے ذکر میں ضیاء الدین برنی رقمطراز ہے کہ:

"در عصر علائی طبیبانی بودند کہ ہریک از مہارت علم طب در بساط تداری امراض بقراط وجالینوس را فرزین طرح میدادند وآنچنان طبیبان سرآمدہ در عہد وعصر دیگر مشاہدہ نشدند"۔ ؎۲

علاؤالدین خلجی (وفات ۱۳۱۵ء) کے عہد میں جو نامور اطباء موجود تھے ان میں حکیم مولانا بدرالدین دمشقی، حکیم حسام الدین ماریکلی، حکیم وطرز، حکیم صدرالدین ماریکلی، حکیم علم الدین، یمنی طبیب، حکیم اعزالدین بدایونی، مہ چند چندر طبیب، جاجا جرّاح اور علم الدین کحال کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ ؎۳

عہد علائی کی طرح عہد تغلق میں بھی طب یونانی کو نمایاں ترقی حاصل ہوئی۔ غیاث الدین تغلق شاہ (وفات ۱۳۲۴ء) کو نہ صرف علم طب سے دلچسپی تھی بلکہ اسے اس میں علمی مہارت بھی حاصل تھی۔ محمد بن تغلق (۱۳۵۱ء) جملہ علوم وفنون کے ساتھ علم طب سے بھی

؎۱ "لباب الالباب" از سدیدالدین محمد عوفی۔ ج ۲۔ ص ۱۲۷۔

؎۲ تاریخ فیروز شاہی" از ضیاء الدین برنی۔ انجمن آسیائی بنگال، کلکتہ ۱۸۶۲ء ص ۳۵۲۔

؎۳ ایضاً ص ۳۵۳۔

گہری واقفیت رکھتا تھا۔ ؎۱

علم طب کے فروغ وارتقاء کے ایسے ہی سازگار ماحول میں ایک نام ضیاء الدین نخشبی بدایونی کا بھی ہمارے سامنے آتا ہے جنھوں نے علم طب پر "جزویات وکلیات" کتاب تصنیف کی ہے۔ اس کتاب کو امتیازی حیثیت اس بنا پر حاصل ہے کہ ہندوستان میں فارسی زبان میں دستیاب فنِ طب پر تیسری کتاب ہے۔ پہلی کتاب ابوریحان البرونی کی "کتاب الصیدان" ہے جس کا فارسی ترجمہ ابوبکر کاسانی نے کیا ہے ؎۲

اس کتاب کو ہندوستان میں طب کے موضوع پر دستیاب پہلی فارسی کتاب کا اعزاز حاصل ہے۔ دوسری کتاب طبِ فیروز شاہی ہے جس کا مصنف شاہ قلی ہے اور سنِ تصنیف ۱۲۸۱ء ہے۔ یہ کتاب جانوروں اور پرندوں کے معالجہ سے متعلق ہے ؎۳

ایک کتاب "مجموعۂ ضیائی" کے نام سے طب کے موضوع پر ملتی ہے جس کا مصنف ضیاء محمد مسعود رشید زنگی عمر غزنوی ہے جو محمد بن تغلق (۱۳۲۵ء تا ۱۳۵۱ء) کا درباری طبیب تھا۔ مجموعۂ ضیائی کا سنِ تصنیف ۱۳۳۷ء ہے۔ مصنّف نے اپنے چچا خواجہ شمس الدین مستوفی کی طب کے موضوع پر لکھی گئی کتاب "مجموعۂ شمسی" اور چند دیگر کتابوں کا حوالہ دیا ہے ؎۴۔ لیکن چونکہ وہ تمام کتابیں اب تک دستیاب نہیں ہیں اور ان کتابوں کے زمانۂ تالیف و دیگر متعلقہ امور کے بارے میں معلومات پردۂ خفا میں ہیں اسی لئے ضیاء الدین نخشی کی "جزئیات وکلیات" کو جس کا سنِ تصنیف ۱۳۳۰ء ہے اور جو "مجموعۂ ضیائی" سے تقریباً سات سال قبل معرض تحریر میں آئی ہندوستان میں دستیاب فارسی طبی کتابوں میں تیسرا درجہ دیا جاسکتا ہے

اس کتاب کی اہمیت اس بنا پر بھی ہے کہ یہ عہد مغلیہ سے قبل کی تالیف ہے جو ادبی وفنی اعتبار سے تاریک عہد ہے اس زمانے کے علماء و شعراء اور ادباء پر اب تک جو کچھ بھی

؎۱ تعلق نامہ ص ۱۰۱ و ۱۰۲

؎۲ طب فیروز شاہی، از حکیم سید ظل الرحمن ص۱

؎۳ ایضاً

؎۴ ایضاً ص۲

کام ہوا ہے وہ ناکافی ہے اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس عہد کے آثار کو زیادہ سے زیادہ منظر عام پر لایا جائے "جزویات وکلیات" عہد مغلیہ سے قبل کی تصنیف ہے اور اب تک گمنامی کے گوشہ میں پڑی ہوئی ہے اور غیر مطبوعہ ہے اس کے قلمی نسخے مختلف کتاب خانوں مثلاً انڈیا آفس لائبریری، برٹش میوزیم بانکی پور نیشنل میوزیم اور ٹونک (راجستھان) میں محفوظ ہیں اس کے علاوہ دانش گاہ اسلامی علی گڑھ کی مولانا آزاد لائبریری میں اس کے دو قلمی نسخے دستیاب ہیں۔ مزید برآں ایک قلمی نسخہ پروفیسر خلیق احمد نظامی کی ذاتی لائبریری میں بھی موجود ہے۔

جزویات وکلیات کا آغاز حمد سے ہوتا ہے جو اس طرح آیا ہے:

حمدی کہ از احصار آن فحیلہ فیاض ارباب خیالات قاصر گردد ومرقوی را جل جلالہ کہ قوت غازیہ ونامیہ وفتولاہ ومحصورہ دادہ کرم کامل اوست ومدحی کہ استقصار آن مفکرہ فضل خاص اصحاب کمالات خاسر ماندہ مرقدیری راعم نوالہ کہ شوکت جادیہ وماسکہ وہاضمہ ودافعہ بخشیدہ نعم شایان اوست" [۱]

ان دو جملوں میں ہی ایسے الفاظ لائے گئے ہیں جو موضوعِ طب کے لئے مستعمل ہیں اور حسنِ کلام میں اضافہ کا باعث ہیں اور کتاب کے موضوع کی نشاندہی بھی کرتے ہیں۔ بہر کیف مصنف نے مختصر حمد و نعت کے بعد دنیا کی مذمت اور احباب کی بے وفائیوں کے شکوہ پر ایک مثنوی لکھی ہے جس کے دو شعر حسب ذیل ہیں۔

بگذر از یں خاک ونباتات او	برخیز از یں دیر وخرابات او
چرخ بما راحتی از کین نداد	باغِ جہان یک گل رنگین نداد [۲]

اس کے بعد ایک مفید اور جامع مقدمہ لکھا ہے جس میں انسان کو اپنے بارے میں واقفیت حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے۔

" بدیدۂ امعان بسر و پای خود نگاہی کن و در اجزار و ارکان خود نظری اندازہ نہیں کہ

---

[۱] قلمی نسخہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ۔

[۲] ایضاً۔

چیزی نیست کہ از تو دریغ داشتہ باشد مشاطۂ عنایت وصور فاحسن صورکم فی الارحام کیف یشاء" چنانچہ باید آراستہ" فتبارک اللہ احسن الخالقین والحمد للہ رب العالمین "" امادر تو عیب ہمین است کہ تو خود را نمی شناسی"[1]

دوسرے مقام پر اس طرح لکھا ہے۔

" ای اہل معنی تو بمعنی خود نمی رسی ؟ باری در صورت خود نگاہ کن و از موی سر تا ناخن پای نظر انداز و بہ بیین کہ وجود ترا بچند ہزار جواہر نفیس کہ تو آنرا اعضای و اجزای خوانی مکمل کردہ اند"[2]

اس مقدمہ میں مزید لکھا ہے کہ :

" بباید دانست کہ در جسد حیوانی ...... قریب سہ ہزار جزو است، بعضی را ازیں اجزار اعضای بسیط گویند و بعضی را اعضای مرکبہ خوانند"

مصنف کو طوالت کا خوف ہے اسی لئے اختصار سے کام لیا ہے :

" اگر ہمہ اجزای ابدانی و اعضای حیوانی را ذکر دادہ شدی سخن دراز کشیدی و موجب سامت و کلالت نازک با طنان گشتی ضرورت باجزار شریفہ اختصار کردہ آمد و این اختصار متضمن آنست گوئی ہمہ اجزار ابدانی ذکر کردہ شد"[3]

طب کے موضوع کو ہی محض سامنے رکھ کر یہ کتاب نہیں لکھی گئی بلکہ اس کے ساتھ یہ مقصد بھی شامل ہے کہ :

" بندہ را از تقریر و تحریر این اعضاء قادر۔۔ مقصود آن بود کہ دریں پردہ بعبارت واقعانہ و بشارت عاشقانہ کہ آنرا مرغان زیرک زبانِ مرغان خوانند کلمہ چند شوق آمیز و سخن چند عشق انگیز بنشتہ آید۔

عاشقان زآن غمی کہ در دل شانست ہر گفتن بہانہ خواہند"[4]

یعنی طب کے موضوع کو بہانہ بنا کر عشق انگیز بات در پردہ کہی گئی ہے۔ گویا انسانی اعضار

---

[1] قلمی نسخہ، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ۔

[2] ایضاً [3] ایضاً

[4] قلمی نسخہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ۔

کا ذکر متصوفانہ رنگ میں کیا ہے اور معرفت جسم انسانی کو درحقیقت معرفتِ الٰہی کا درجہ دیا گیا ہے جیسا کہ ایک مقام پر قلمبند کیا ہے:"

"محققان گویند کہ معرفت نفس خویش دلیل است بر معرفت صانع تعالیٰ و تقدس امّا از راہ مخالفت نہ از روی موافقت یعنی ہر کہ خود را بشناسد کہ او محدث است خداوند خود را بشناسد کہ اوقدیم است و ہر کہ خود را بشناسد کہ او جایز الوجود است خداوند تعالیٰ را بشناسد کہ او واجب الوجود است و ہر کہ خود را بشناسد کہ او لائق عبودیت است خداوند تعالیٰ را بشناسد کہ درخور ربوبیت است"[1]

یعنی انسانی جسم کا مطالعہ و مشاہدہ خالق حقیقی تک رسائی کا ذریعہ ہے خداوند تعالیٰ نے کتنے اعلیٰ طریقے سے انسانی جسم کی تخلیق فرمائی ہے جو کسی غیر اللہ کے بس کی بات نہیں چونکہ جسد خاکی کا کارخانہ اس کارساز کی زبردست قدرت کا ثبوت پیش کرتا ہے اسی لئے جتنا انسانی جسم کی مشنری سے واقفیت بڑھے گی اتنا ہی زیادہ اس عظیم المرتبت ذات کی قدرت کاملہ پر یقین بڑھے گا یہ تصور ایک یونانی گروہ یا فرقہ کی یاد تازہ کرتا ہے جو موحور کہلاتے تھے وہ کسی مذہب کو نہیں مانتے تھے بلکہ انسانی جسم کی بناوٹ سے خدا کی معرفت حاصل کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ انسانی جسم میں جو مشنری فٹ ہے وہ اتنی سائنٹفک ہے کہ عقل سرگرداں اور عاجز ہے تو وہ خدا کتنا زبردست قوت والا ہوگا جس نے ایسی مشنری تخلیق فرمائی اور انسان کے جسم میں نہایت منظم طریقے سے فٹ کردی" لیکن ہم جزویات و کلیات کے مصنف کو اس گروہ سے متعلق نہیں کرسکتے اس لئے کہ اس بزرگ نے صوفی کی حیثیت سے چودھویں صدی عیسوی میں شہر بدایوں میں زندگی بسر کی۔ لیکن اس کتاب کے مکمل طب کے موضوع پر ہونے کی بات مشکوک ہوگئی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس کتاب میں انسانی اعضاء کا ذکر متصوفانہ رنگ میں کیا گیا ہے اور ان کا ذکر طب کی حیثیت سے کرنے کے بعد عرفانی انداز میں بھی بحث کی گئی ہے۔

جزویات و کلیات کے نام کے متعلق مصنف رقمطراز ہے کہ:

"ہر چند کہ درین مجموعہ مذکور است از بسکہ ہر جزو درمحل خویش بمنزلہ کل بود این مجموعہ جزویات و کلیات نام نہادہ شد۔ ۔ ۔ این مجموعۂ اصل را کہ لقب او ناموس اکبر است بر چہل ناموس

---

[1] قلمی نسخہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ۔

ترتیب کردہ آمد۔

بیت

چہل شب ہم نہ بخشید ند یک ناموس غیری را
مرا یک شب بدین گونہ چہل ناموس بخشید ند[1]

یہ کتاب تین ناموں سے یاد کی جاتی ہے یعنی "جزویات و کلیات" "ناموس اکبر" اور "چہل ناموس"
اس کتاب کو چالیس نوامیس پر ترتیب دیا ہے ہر ناموس پر ایک عضوِ انسانی سے بحث کی ہے
اس طرح چالیس اعضار کے بارے میں لکھا ہے جن کی ترتیب یہ ہے۔

ناموسِ اول در مناقب موی	ناموس دوئم در مناقب سر
ناموسِ سویم در مناقب دماغ	ناموس چہارم در مناقب پیشانی
ناموسِ پنجم در مناقب ابرو	ناموسِ ششم در مناقب پلک
ناموسِ ہفتم در مناقب مژہ	ناموس ہشتم در مناقب چشم
ناموسِ نہم در مناقب اشک	ناموس دہم در مناقب بینی
ناموس یازدہم در مناقب رخسارہ	ناموس دوازدہم در مناقب گوش
ناموس سیزدہم در مناقب زلف	ناموس چہاردہم در مناقب خط
ناموس پانزدہم در مناقب لب	ناموس شانزدہم در مناقب دہان
ناموس ہفدہم در مناقب دندان	ناموس ہشردہم در مناقب زبان
ناموس نوزدہم در مناقب زنخ	ناموس بیستم در مناقب رو
ناموس بیست ویکم در مناقب خال	ناموس بیست و دوم در مناقب گلو
ناموس بیست وسوم در مناقب گردن	ناموس بیست وچہارم در مناقب پشت
ناموس بیست وپنجم در مناقب استخوان	ناموس بیست وششم در مناقب بازو
ناموس بیست وہفتم در مناقب رگ	ناموس بیست وہشتم در مناقب خون
ناموس بیست ونہم در مناقب دست	ناموس سیم در مناقب انگشت
ناموس سی ویکم در مناقب ناخن	ناموس سی و دوم در مناقب سینہ

[1] قلمی نسخہ، مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ۔

ناموس سی و سوم در مناقب دل	ناموس سی و چہارم در مناقب روح
ناموس سی و پنجم در مناقب پہلو	ناموس سی و ششم در مناقب شکم
ناموس سی و ہفتم در مناقب کمر	ناموس سی و ہشتم در مناقب زانو
ناموس سی و نہم در مناقب ساق	ناموس چہلم در مناقب پای

مصنف نے اس کتاب میں اعضاء کی بناوٹ، مزاج اور بیماریوں کا ذکر کیا ہے اور ان بیماریوں کے علاج کے لئے ادویہ کا ذکر کیا ہے پھر اس پر متصوفانہ رنگ آمیزی کے ساتھ بحث کی ہے۔ اس کتاب کی طبی اہمیت وافادیت کا اندازہ اس کی بعض ادویہ سے لگایا جاسکتا ہے اس لئے نمونہ کے طور پر چند ادویہ کا ترجمہ حسب ذیل ہے :

ناموسِ اول در مناقب مو کے تحت اس طور پر چند ادویہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ "اگر ہلیلہ وبلیلہ وآملہ و برادۂ آہن اور کشنیز کو باریک پیس لیں اور بالوں میں لگائیں تو سفید بال سیاہ ہو جائیں گے۔ اور اگر بیخ پنبہ اور تخم دھتورہ کو پیس لیں اور بالوں میں لگائیں تو بھی فائدہ ہوگا۔ اور اگر عرقِ لیموں، آملہ اور برادۂ آہن تینوں کو سر پر ملیں تو جو بال جھڑ گئے ہیں پھر سے نکل آئیں گے اور جو چھوٹے ہو گئے ہیں وہ لمبے ہو جائیں گے۔"

ناموسِ دوم در مناقب سر میں لکھا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے سر کو گول پیدا کیا ہے اور اگر اس کے سوا سر کی کوئی اور شکل ہو گی تو وہ غیر طبیعی ہو گی۔ وہ سر جو طبیعی شکل میں ہے اس میں پانچ درز (SUTURE) ہیں۔ قوسی، اکلیلی، لامی، سہمی اور قشیری"۔ آگے لکھا ہے کہ "سر کی بیماریوں میں ایک بڑی بیماری دردِ سر ہے اور یہ کئی طرح کے ہوتے ہیں جیسے صفراوی، سوداوی، بلغمی ریاحی اور نومی" دوسرے مقام پر مزید آیا ہے کہ "سر کا درد یا آدھی سیسی کا درد MYGRNANE اگر فکر اور پریشانی کے بعد لاحق ہو تو دماغ میں نزلہ کے رطوبات کا سبب بنتا ہے اور جو رطوبات ناک کے راستے خارج ہوتی ہیں اس کو مخاطہ کہتے ہیں اس کا اخراج تصفیہ دماغ کرتا ہے جس سے سر میں ہلکا پن محسوس ہوتا ہے اور سر کی وہ بیماریاں جو خلط غلیظ سے پیدا ہوتی ہیں

جیسے مرگی وسکتہ وغیرہ دفع ہوجاتی ہیں۔ مخاطہ یا تو حلق سے باہر آتا ہے یا تیز اشیاء کے کھانے سے تحلیل ہوجاتا ہے جیسے فلفل وغیرہ۔

اگر خلط دماغ میں رہ جائے اور باہر نہ نکلے تو دیگر بیماریوں کے ساتھ پاگل پن کا بھی خطرہ رہتا ہے۔ ایک مقام پر دلچسپ انداز میں لکھا ہے کہ اگر سردہونے سے قبل سر میں تیل لگائیں اور تین تین بار دونوں ابرو پر بھی لگائیں تو دردِ سر دفع ہوجائے گا یہ نسخہ خاص طور پر ایسے عاشقوں کے لئے جو وصالِ شوق کی بنا پر دردِ سر میں مبتلا رہتے ہیں بہت ہی نافع ہے اور کوئی دوا اس سے بڑھکر اس مرض کے لئے کارآمد نہیں" پھر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے کہ عاشقوں کو اپنے ہی سرو پیر کی کہاں خبر رہتی ہے جو اس عمل کو انجام دے سکیں گے۔ مصنف" درمناقبِ مژہ" میں رقمطراز ہے کہ" پلک سے متصل اگر زیادہ گوشت پیدا ہو جائے جسکو ناخنہ کہتے ہیں تو اگر اس کو نمک کی ڈلی، مصری کی ڈلی یا پھر چاندی کی انگوٹھی سے کھجائیں اور چاکسو سے دھوئیں تو مرض چلا جائے گا۔ اگر ہاتھی کے پتہ کو خشک کرلیں اور پانی میں گھس کر آنکھ میں لگائیں تو آنکھ میں کیچڑ آنے کی بیماری دور ہو جائے گی۔ اگر کسی شخص کی آنکھ میں بال زیادہ ہو جائیں جن کو پروال کہتے ہیں تو اس کو موچنہ سے نکال دینا چاہیئے اور سوئی کی نوک گرم کرکے اس کو جڑ پر رکھنا چاہیئے تاکہ بال کی جڑ جل جائے اور پروال کی بیماری دور ہو جائے اور اگر ایک سیر سرکہ میں کچھ دیمک ڈال دیں پھر اس سرکہ کو ایک شیشے کے برتن میں ڈال دیں اس کے بعد چالیس دن تک گھوڑے کی لید کے نیچے رکھیں پھر آنکھ میں لگائیں اور آنکھ کو بند کرکے آہستہ آہستہ ملیں تو پروال جھڑ جائیں گے اور اگر پلک کے بال بالکل جھڑ گئے ہوں اور پلک سُرخ نظر آتی ہو تو تخم کدو کو خشک کرکے باریک پیس لیں اور آنکھ میں لگائیں دو ہفتہ میں بال نکل آئیں گے اور اگر گل کسوندی پانی میں پیس لیں اور پیئیں تو شب کوری دور ہو جائے گی اور اگر نوزاد سُرخ گوسفند یعنی بھیڑ کا جگر آگ کے اوپر توا رکھ کر سینکیں اور تھوڑا سا فلفل دراز باریک پسا ہوا اس پر ڈالدیں پھر وہ خون جو جگر سے نکلے آنکھ میں لگائیں اور اسی جگر کو کھانے کو دیں تو شب کوری دور ہو جائے گی۔" درمناقب چشم میں مصنف رقمطراز ہے کہ آنکھ کی بیماریوں میں سے ایک یرقان ہے اگر تین درم اجوائن روزانہ نہار منہ دہی کے

ساتھ کھائیں تو یرقان دور ہو جائے گا" در مناقب دندان میں لکھا ہے کہ اگر سیاہ دھتورہ کا بیج دانت کے نیچے رکھیں تو درد کم ہو جائے گا جس شخص کا دانت ہر وقت درد کرتا ہے وہ اگر ترنج کو اس پر ملے تو بہت فائدہ ہوگا۔ ایک اور مقام پر مزید لکھا ہے کہ اگر کسی کے دانت بدرنگ ہو جائیں اور ان کی جڑیں کمزور ہو جائیں تو سپاری سوختہ، مازوی خام اور سیب کا نچلا حصہ پانی کے ساتھ یا خشک پیس لیں اور چند روز دانتوں پر ملیں تو دانت صاف اور روشن ہو جائیں گے"

جزویات و کلیات کے متذکرہ بالا ان چند اقتباسات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں کافی طبی معلومات یکجا کردی گئی ہیں اسی لئے طب کے طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ اس میں لکھے گئے غیر طبی بیانات سے کنارہ کش ہو کر اور صوفیانہ مباحثات کو ترک کرکے اس کتاب کا مطالعہ کرے اور اس کے مآخذ کو تلاش کرے جس کے نتیجہ میں بہت ممکن ہے کہ کچھ نئے طبی انکشافات فراہم ہوں اور ضیا رالدین نخشبی کو نہ صرف ایک بزرگ صوفی کی حیثیت سے جانا جائے بلکہ طبیب کی حیثیت سے تسلیم کیا جاسکے۔

اس کتاب کی ایک قابلِ ملاحظہ خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسمیں بکثرت ہندی الفاظ اور ہندی ادویہ کے نام بھی آئے ہیں مثلاً ترپھلہ، چاکسو، دھتورہ، کدو، خربوزہ، بھت، جوکھار مسکہ، بوربا وغیرہ۔

یہ کتاب ادبی نقطۂ نگاہ سے بھی اہمیت کی حامل ہے۔ ہر مناقب کی ابتدار عضو کی مناسبت سے متصوفانہ انداز اور ادبی پیرایہ میں کرنے کے بعد طبی حیثیت سے مصنف نے نگاہ ڈالی ہے اور آخر میں اس عضو کی تعریف میں ایک مختصر نظم لکھی ہے۔ درمیان میں قرآنی آیات بزرگوں کے واقعات و اقوال بیان کئے ہیں۔ ساتھ ہی اپنے برمحل اشعار سے حسن کلام میں اضافہ کیا ہے۔ بعض مقامات پر کوئی اہم بات یا نصیحت کرنی ہو تو "بشنو بشنو" یا "عزیز من" کہہ کر مخاطب کیا ہے جس سے کلام کی تاثیر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر "مناقب مو" کی ابتدار اس طرح صوفیانہ اور ادبی انداز میں کی ہے۔

" موشگافی کہ از خدنگ عبارت گرہ موی معانی بکشا بند اگر سخن موی مراچوں موی

فروگذاشت نکنند وشکل شانہ بسر و پای تمام زبان نگردانند۔ سخنی کہ از موی باریک تر است موی گرفتہ بسمع ایشاں رسانم۔

بیت

سخن چوں موی خواہم گفت باریک بیا بشنو اگر داری شعوری

ای صاحب شعور اگر چہ تراصد شعور از موی باریک تراست اما سخن چوں موی مراہم کم مدان۔ باریک بنیان کہ چوں موی سر بر آمدہ رفتند باریکی سخن چوں موی من ایشاں دانند۔

بیت

نخشبی جز نام نشنیدہ است از گیسوی دوست

زو چہ پرسی قیمت زلف بتان از شانہ پرس

قلم بر موی رسیدہ است قلم من کہ موی می شگافد موی در شگاف او نتواں دید نخواہم کہ از غایت رعایت موی از سراو دور کنم تادر صفت موی موی شگافی کند'' [1]

ایک اور مقام پر اسی مناقب میں لکھا ہے۔

'' ای سر خردی سیاہ موی سخن موی چگونہ دراز نشود۔ مرا از موی ایں پریشانی روی نمودہ است کہ اگر ہر موی من زبانی گردد سر موی از آن گفتہ نشود امروز بر سر من چنداں موی نیست کہ غم موی تست۔ بشنو بشنو عجب حالتی است اگر چیزی در جہان گم شود اورا عاقبت باز تواں یافت پس گوئی عالم چناں تنگ است۔ امّا دلی کہ در موی گم شود اورا ہرگز باز نتواں یافت پس گوئی عالم موی از عالم دنیا فراخ تراست'' [2]

اسی طرح ہر مناقب میں صوفیانہ بحث اور ادبی شہ پاروں کو لکھنے کے بعد آخر میں اس مخصوص عضو انسانی پر نظم لکھ کر مناقب کا خاتمہ کیا ہے در مناقب رخسارہ میں خاتمہ حسب ذیل نظم لکھی ہے۔

ای مہہ آفتاب رخسارہ چند دارم در آب رخسارہ

---

[1] قلمی نسخہ، مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ [2] ایضاً

تا بدیدم رخ تو از ناخن — گردم آئینگ جز آب رخسارہ
مہ شود در نقاب گرداری — یکدم بی نقاب رخسارہ
جز بروئیت ندید ہیچ کسی — از مہ و آفتاب رخسارہ
وقت نظارہ ام بگو چہ شنود — گر بپوشی شتاب رخسارہ
عرق اشک من برای بتاں — کرد بر رو کباب رخسارہ
نخشبی را ز عشق رخسارت — شد ز گریہ ز آب رخسارہ[1]

کتاب کے خاتمہ پر ایک طویل دعائیہ نظم لکھی ہے جسمیں کتاب کے مکمل ہونے کی تاریخ اس طرح لکھی ہے۔

نہادم بر رخ عالم چو این خال
ز ہجرت ہفتصد و سی (۷۳۰ھ) بود آں سال[2]

۱؎ قلمی نسخہ، مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ۔

۲؎ ایضاً۔

"اسلامی دنیا" دسویں صدی عیسوی میں

از جناب ڈاکٹر خورشید احمد صاحب فاروقی دہلی یونیورسٹی

محمد مقدسی بیت المقدس کے باشندے تھے اور مراکش سے تاشقند تک سفر کرکے ایک سفرنامہ "احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم" مرتب کیا زیر نظر کتاب اسی کے اہم حصوں کا ترجمہ ہے۔ اس کتاب میں ممالک اسلامیہ کی تجارت، جغرافیہ، معاشرت، رسوم و رواج، عقائد فرقے، زبانیں، فیشن، وغیرہ غرض اسلامی زندگی و حکومتوں کے ان تمام گوشوں پر نظر ڈالی گئی ہے جو اور کتابوں میں تاریک چھوڑ دیئے گئے تھے۔

تقطیع متوسط ۱۸×۲۲/۸ صفحات ۳۱۰

قیمت: ۲۵/- مجلد: ۳۰/- روپے